http://paksociety.com

دشت جنون

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

آمنہ ریاض

دشتِ جنوں کی یہ قسط آمنہ ریاض صاحبہ کی خصوصی اجازت سے اپلوڈ کی گئی ہے جسکے لیے پاک سوسائٹی کی ٹیم اُنکی بہت مشکور ہے۔

آپ آمنہ ریاض کے تمام ناولز اور اقساط کی تازہ ترین خبریں اُنکے آفیشل فیس بک پیج سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جسکا ایڈریس نیچے دیا گیا ہے:-

https://www.facebook.com/AmnaRiazOfficial/

http://paksociety.com

قسط نمبر 7

شام کا وقت تھا آسمان ڈھلتے ہوئے سورج کے رنگوں سے سجا اپنے مرکز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

خوش نصیب چھت کی منڈیر پر کہنیاں ٹکائے بیزاری سے نیچے جھانک رہی تھی۔

یہاں سے دیکھنے پر فضل منزل کا ایک حصہ صاف دکھائی دیتا تھا حتکہ بیرونی دروازہ جو پرانی طرز کا اور بہت بڑا تھا۔ وہ نہ صرف اندر سے دکھائی دیتا تھا بلکہ اس کا بیرونی حصہ اور گلی بھی کسی قدر نظروں میں آجاتی تھی۔

دروازے کے دونوں طرف پیپل کے گھنے اور اونچے درخت کھڑے تھے جن کا سایہ بیحد گھنا تھا۔

خوش نصیب کے پاس منڈیر پر ایک تام چینی کی پلیٹ پڑی تھی جس میں گھر کے بنے ہوئے فرینچ فرائز کا پہاڑ سا بنا ہوا تھا۔ یہ چپس اس نے آدھ گھنٹہ ماہ نور کا سر کھا کر حاصل کئے تھے۔ گو کہ ماہ نور نے اسے سمجھانے کی کافی کوشش کی تھی کہ اتنے زیادہ چپس کھا کر خود اپنے آپ سے دشمنی مول نہ لے لیکن وہ خوش نصیب ہی کیا جو کسی کی بات ماننے پر تیار ہو جائے۔ اسے صرف ان آلوؤں کا صفایا کرنا تھا جن کے متعلق تھوڑی دیر پہلے فضیلہ چچی کو کہتے سن چکی تھی کہ وہ ماہ نور سے کباب بنوانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

دل تو چاہ رہا تھا اس ارادے سے پہلے ہی فضیلہ چچی کا قیمہ بنا کر ان کے کباب بنا دے لیکن ایک تو وہ عمر میں بڑی تھیں دوسرے ایسی باتیں صرف سوچی جا سکتی ہیں۔ تکمیل کے مراحل میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ دن بھر کی کچن مہم کے بعد اب آلو کے کباب بنانے سے ماہ نور اور روشن امی کو صرف اسی صورت بچایا جا سکتا تھا کہ آلو ہی صفحہ ہستی سے غائب کر دیئے جائیں سو اس نے یہی کیا اور چپس بنوا کر اوپر آگئی۔

اب چپس کی بھری ہوئی پلیٹ تھی اور زندگی کا عمیق فلسفہ۔ جسے سلجھانے کے لئے خوش نصیب بی بی کے پاس بڑا فارغ ٹائم تھا۔ ایک ایک چپس اٹھا کر کترتی جاتی اور زندگی کی تلخیاں یاد کر کر کے ٹھنڈی آہیں بھرتی جاتی۔

ویسے ٹھنڈی آہ بھرنے کے لئے ایک یہ غم بھی بہت تھا کہ چپس کے ساتھ کوک نہیں ملی۔ اگر مل جاتی تو اس اچانک والی ٹریٹ کا لطف دوبالا ہو جاتا۔

خیر اسی وقت اس نے دیکھا فضیلہ چچی کی معیت میں ایک پورا جلوس مرکزی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہو نہ ہو وہ مہمان جس کی آمد کی خوشی میں ان سے ان کا پورشن چھینا گیا اور جس کے لئے صبح سے اس کی روشن امی اور ماہ نور کچن میں مغزماری کر رہی تھیں ۔اب پہنچنے ہی والا تھا۔ خوش نصیب نے حلق کے اندر سے ایک بھرپور ''ہوں'' کیا اور جی جان سے آنے والے مہمان پر لعنت بھیجی ۔

اسے نہ مہمان سے دلچسپی تھی نہ مہمان کے میزبانوں سے۔ لیکن اسی اثناء میں فضل منزکے بڑے دروازے کے پاس آکر کالے رنگ کی گاڑی رکی۔

نظر پڑتے ہی خوش نصیب چونکی۔ دل زور سے دھڑکا (نہیں، نہیں۔۔ آپ سب غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ وہ دھڑکن نہیں تھی جو کسی کا نام سنتے ہی ''مس'' ہو جاتی ہے) آنکھیں سکوڑیں۔ ماتھے پر لکیریں نمودار ہوئیں۔ بینائی کا پورا زور لگا کر پہچاننے کی کوشش کی اور لیجئے صاحب! وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ فرنٹ ڈور کھلا اور اندر سے ''انگلش فلموں کا ہیرو'' برآمد ہوا۔ خوش نصیب نے حیرانی کے شدید جھٹکے کے زیر اثر ایک زوردار ''ہائے'' کی آواز نکالی اور ہاتھ ہونٹوں پر رکھا لیکن یہ عمل اسقدر بے ساختہ تھا کہ کہنی منڈیر پر رکھی تام چینی کی پلیٹ سے جا ٹکرائی۔ خوش نصیب نے حواس باختہ ہو کر پلیٹ سنبھالنا چاہی لیکن اس سے پہلے ہی پلیٹ اس کی دسترس سے نکلتی چلی گئی۔

اور یوں فضل منزل کی چوتھی منزل سے پلیٹ گری اور نیچے سے خوشی خوشی گزر کر جاتے شفیق چچا کے سر کو چھوتی ہوئی فرش پر گر کر پاش پاش ہو گئی۔ چپس گرے یہاں وہاں۔ اور سب کے سر گردن سمیت چھت کی طرف اٹھ گئے۔

اگر جو خوش نصیب فوراہی نیچے نہ بیٹھ گئی ہوتی تو یقیناً اب تک اہل خانہ کی نظروں سے نکلے تیر اسے اس جہان فانی سے کوچ کرنے پر مجبور کر چکے ہوتے۔ ابھی تو وہ منڈیر کے سائے میں دبکی بیٹھی تھی اور نیچے فضل منزل کے صحن میں سب ہی ہکا بکا صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سب سے زیادہ حیران مہمان تھا۔ مہمانوں پر پھول برسائے جاتے ہیں ایسا سنا تھا آلو کے چپس برستے پہلی بار دیکھے۔ عجیب ہی رواج تھا۔ شامیر سوچ رہا تھا۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆☆☆☆

وسامہ جب تک زندہ رہا اس کی ذہنی الجھنیں ایک معمہ بنی رہیں۔ مرنے کے بعد بھی وہ اپنے پیچھے سوالوں کا ایک سلسلہ چھوڑ گیا ایسے سوال جن کے جواب کسی کے پاس بھی نہیں تھے۔

بہتر گھنٹے وہ لاپتا رہا۔ چھتیس گھنٹے اسے تلاش کیا جاتا رہا۔ اور جب تہہ خانے کی اس سال خوردہ الماری سے اسے مردہ حالت میں نکالا گیا تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے پتا چلا ابتدائی چوبیس گھنٹوں کے دوران حرکت قلب بند ہونے سے اس کی موت واقع ہو چکی تھی اس کے علاوہ اس کے خون میں خواب آور ادویات کی بھاری مقدار کی آمیزش بھی ملی تھی۔

وسامہ نامور ادیب تھا اس کی موت کا ادبی حلقوں میں بڑا چرچا ہوا۔ لیکن چونکہ وہ کوئی بہت سوشل انسان نہیں تھا نہ ہی ادبی حلقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں سوائے چند ایک کے کوئی اسے بہت قریب سے جانتا تھا سو اس کی ناگہانی موت ایک سوال تو بنی لیکن اس سوال کو بہت اچھالا نہیں گیا۔

وسامہ کی موت کا دکھ اس کے چند انتہائی قریبی لوگوں پر اثر انداز ہوا تھا۔ اس کے ماں باپ، چھوٹی بہن، معاویہ اور آئے کت۔

ماں باپ اسے پسند کی شادی کے جرم میں بے دخل کر چکے تھے یہ اس کا ایسا گناہ تھا جسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"ایک لاوارث لڑکی کو لا کر ہمارے سر پر بٹھا رہا ہے وسامہ! کوئی خود رو جھاڑ بھی ہو تو اس کی کوئی نہ کوئی جڑ ہوتی ہے۔۔۔ یہ کیسی لڑکی ہے جس کے آگے پیچھے کا ہی کچھ نہیں پتا۔" یہ وسامہ کی ماں کے الفاظ تھے اس وقت جب وہ آئے کت سے شادی کرنے کے لئے ڈٹا ہوا تھا۔

وسامہ آئے کت کے آگے پیچھے کی ساری معلومات لے آیا۔ وہ ایک یتیم خانے میں رہ کر پلی بڑھی تھی کیونکہ اس کی ترک ماں اسے پاکستانی باپ کے پاس چھوڑ کر واپس چلی گئی تھی۔ دس سال کی عمر تک آئے کت اپنے باپ کے پاس رہی اس دوران اس کی ماں کبھی کبھار اس سے ملنے آجاتی تھی اور کبھی اسے اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔ باپ کے انتقال سے ایک سال پہلے ماں نے آنا چھوڑ دیا اور باپ کے گزر جانے کے بعد ان کے ایک دوست نے آئے کت کو یتیم خانہ بھجوا دیا۔ بس یہی تھا اس کا ماضی۔

http://paksociety.com

لیکن وسامہ کے قریبی لوگوں میں سوائے معاویہ کے کوئی بھی ان باتوں پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اور اگر اعتبار تھا بھی تو وہ ایسی لڑکی کو ہر گز اپنی بہو بنانے کے لئے تیار نہیں تھے اور اسے رد کرنے کے لئے ان کے پاس سو بہانے موجود تھے۔

وسامہ نے شادی کر لی اور ماں باپ نے ناراضگی اختیار کر کے اس کی شکل نہ دیکھنے کا عہد کیا۔ حتٰی کہ ایک حادثے میں جب وسامہ اپنی ٹانگ سے محروم ہوا اور زندگی اور موت کی کشمکش سے بچ نکلا تب بھی اس کے والد کا دل نرم نہ ہو سکا۔

یہ والد وسامہ کی ناگہانی موت پر تڑپ تڑپ کر روئے تھے۔ انہوں ے سر پیٹے، چیخے چلائے کہ کسی طرح گزرا وقت واپس آ جائے تو وہ وسامہ کو ہر گز خود سے دور جانے نہ دیں گے۔ لیکن۔۔۔ گزرا وقت کبھی واپس آیا ہے کیا؟

آئے کت اپنے حواس کھو بیٹھی۔ ماں اور باپ کے بعد اس نے جس شخص سے بے پناہ اور بے انتہا محبت کی بلآخر اسے بھی کھو دیا تھا۔ وسامہ کے بے روح جسم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود وہ اس کی موت کا یقین کر لینے پر تیار نہیں تھی۔

وہ پوری پوری رات اپنے ارد گرد وسامہ کے کپڑے اور ضروریات کا دیگر سامان پھیلا کر بیٹھی رہتی اور ان سے ایسے باتیں کرتی جیسے ان چیزوں میں اسے وسامہ نظر آ رہا ہو۔ صبح ہوتے ہی وہ وسامہ کی پسند کا لباس پہن کر نک سک سے تیار ہوتی اور سارے فلک بوس میں اسے آوازیں دیتی پھرتی۔ پھر ایک روز اس کا سکتہ ٹوٹ گیا اور وہ اس بری طرح سے روئی اس نے ایسے بین ڈالے کہ فلک بوس کی دیواریں بھی دکھ سے لرزنے لگیں۔

وسامہ کی والدہ نے آئے کت کو اپنی بازوؤں میں سمیٹ لیا اور وہ دونوں مل کر اس شخص کے لئے روتی رہیں جس کی زندگی میں وہ ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھنے کا تہیہ کر چکی تھی لیکن اب ان کا غم ایک تھا اور اس غم نے انہیں زندگی بھر ساتھ ہی رکھنا تھا۔

باقی بچا معاویہ۔ تو وہ بیچارہ کھل کر رو بھی نہ سکا۔ دوستوں جیسے بھائی کی موت کا یقین آتا تو روتا۔ اپنا ہر چھوٹا بڑا غم ہر پریشانی اس نے ہمیشہ وسامہ سے شئیر کی تھی۔ اب وہی نہیں تھا تو کس کو جا کر بتاتا کہ دیکھو کتنا بڑا نقصان ہو گیا ہے میرا۔

وہ ایک بروکن چائلڈ تھا۔ جس کے ماں باپ باہمی جھگڑوں سے تنگ آ کر علیحدگی اختیار کرنے پر راضی ہوئے اور اپنے راستے الگ کرتے ہوئے انہوں نے ایک بھی بار معاویہ کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ ماں باپ کے جھگڑوں نے اسے ذہنی طور پر بے اعتباری کا شکار کر دیا تھا۔ ایسے میں وسامہ تھا جو آگے بڑھا اور اس نے معاویہ کو ایک بھائی اور دوست بن کر اس ذہنی پراگندگی سے باہر نکالا۔

http://paksociety.com

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

وسامہ معاویہ کے لئے کیا حثیت رکھتا تھا وہ کبھی لفظوں میں بیان ہی نہیں کیا جا سکتا مختصراً یہ کہ معاویہ کو اپنے بھائی وسامہ طالب سے عشق تھا۔

جو اس کا سگا بھائی نہیں تھا لیکن بھائیوں سے بڑھ کر تھا۔

وہ اس کا دوست نہیں تھا لیکن ساری زندگی اس نے معاویہ کو دوست کی کمی محسوس ہونے نہیں دی تھی۔

وسامہ صلح جو انسان تھا لیکن معاویہ اس کے لئے لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتا تھا۔

وسامہ اگر دن کو رات کہتا تو معاویہ بھی یہی کہتا تھا۔

وہ دونوں اکھٹے سوتے جاگتے تھے۔ایک ساتھ انہوں نے کئی خواب دیکھے تھے۔ایک ساتھ شرارتیں کی تھیں۔ایک ساتھ ڈانٹیں سنیں تھیں۔کئی بار اسے وسامہ نے سزا ملنے سے بچایا تھا۔معاویہ کو یہ بھی افسوس تھا وہ وسامہ کے اتنے احسانات کے بدلے میں اسے ایسی ابتر موت سے نہیں بچا سکا۔

موت جو ایک حقیقت ہے۔زندگی کا سب سے بڑا اور کڑا سچ۔

اور موت بھی ایسی جس کا کوئی سراغ ہی نہ ملے۔

پولیس آئی۔لیکن تحقیقات پوری طرح شروع ہونے سے پہلے ہی معمہ حل ہو گیا۔

کسی نے کہا وسامہ نے خودکشی کی ہے۔ایسی الماری جسے صرف باہر سے کھولا جا سکتا تھا۔اُس میں کوئی جا کر کیوں بیٹھے گا جبکہ وہ یہ بات بھی جانتا ہو کہ اندر سے اس الماری کا دروازہ کھلنا ناممکن بات ہے۔پھر الماری کے دستے پر وسامہ کے فنگر پرنٹس موجود تھے۔پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں اس کے خون میں نشہ آور دوائیوں کا اثر ملا تھا۔یقیناً اس نے نیند کی گولیاں کھا کر خود کو الماری میں محبوس کر لیا ہو گا اور وہیں اس کی موت واقع ہو گئی ہو گی۔

قیاس کے اس دراز ہوتے سلسلے پر پولیس کی حتمی رپورٹ نے فل اسٹاپ لگا دیا تھا۔اس رپورٹ سے صرف وسامہ طالب کی موت کے کیس کو ہی بند نہیں کیا اس رپورٹ نے بشام کی وادی میں پھیلی ہوئی فلک بوس کی نحوست پر مبنی کہانیوں پر بھی مہر ثبت کر دی تھی۔

http://paksociety.com

معاویہ کو وسامہ کی موت نے شدید دکھ سے ہمکنار کیا تھا۔ لیکن اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ بیٹھ کر فلک بوس کی نحوست کی کہانیاں سنے اور وہاں بھٹکتے آسیب کے قصوں سے لطف اندوز ہو۔ اس نے اپنی نگرانی میں لیکن بد دلی کے ساتھ فلک بوس کے سارے کھڑکیاں دروازے بند کروائے۔ کانپتے ہاتھوں اور بوجھل دل کے ساتھ وسامہ کا سارا ساز و سامان سمیٹا۔

اس کی کتابیں، اس کا کمپیوٹر سسٹم، اس کی رائیٹنگ ٹیبل۔ اور اس کی زیر طبع کتاب کا وہ آخری ڈرافٹ جسے اب کبھی مکمل نہیں ہونا تھا۔

طویل کاریڈور میں وہ دیر تک بوجھل اور سست قدموں سے چلتا رہا۔ لان سے سوکھے پتے اڑا اڑ کر اس کے قدموں سے لپٹتے رہے ۔ سامنے تالاب پر سفید پری اپنے پنکھ پھیلائے اداس کھڑی تھی۔ معاویہ کمر کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑا بے سبب اس مجسمے کو دیکھنے لگا۔

خزاں نے پہاڑوں پر بکھرے سبزے پر اپنا رنگ جمانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اس جگہ کی خوبصورتی جوں کی توں تھی۔ یہ پر شکوہ عمارت ابھی بھی ایسی ہی طمطراق لئے کھڑی تھی کہ کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی۔

لیکن ہر طرف خاموشی تھی اور اتنا اجاڑ پن تھا۔ اتنی ویرانی تھی ہر طرف۔ جو آج تک اس نے فلک بوس میں نہیں دیکھی تھی۔

ایسا لگتا تھا وسامہ ساری رونق اپنے ساتھ سمیٹ کر قبر کی تاریکیوں میں لے گیا ہے۔

وہاں سے دور روش پر ایک پک اپ کھڑی تھی جس پر وسامہ اور آئے کت کا سامان لوڈ کیا جا رہا تھا۔ معاویہ کے حلق میں آنسوؤں کی نمی شامل ہونے لگی۔

سینے میں سسکیاں اودھم مچا رہی تھی اور آنکھیں ایسے ہو گئیں جیسے شدت گریہ سے نڈھال انسان کی آنکھیں ہوتی ہیں۔

اس نے رخ بدلا۔ آنکھوں کو زور زور سے چھپکا۔

لیکن دل کا غم جب آنکھوں کی حدود سے باہر نکلنے کو بے چین ہونے لگا تو وہ تیز تیز قدموں سے چلتا روش تک آیا اور فلک بوس کی حدود سے نکلتا چلا گیا۔

فلک بوس کے آگے ڈھلوانی سڑک تھی۔ اس سے آگے جنگل۔

http://paksociety.com

وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سر جھکائے چلتا چلا گیا۔ جنگل اداس تھا اور قد آور درختوں کے پتوں سے دھوپ چھن چھن کر آتی تھی۔ وہ خود رو گھاس اور پتھروں کو روندتا چلتا چلا گیا۔ یہاں تک جنگل میں بہت دور نکل آیا۔

ایک جگہ ٹھٹھک کر رکا۔ ایک بڑا گول پتھر جو اپنی وضع کے اعتبار سے ہمیشہ ہی نظروں میں آجاتا تھا۔ معاویہ کے سامنے آگیا۔

معاً منظر بدلا اور بچپن کی ایک یاد مجسم اس کی آنکھوں کے سامنے روشن ہو گئی۔

وہ اور وسامہ۔۔۔ اس گول پتھر کے گرد بھاگ رہے تھے اور آپس کے کسی مذاق پر ہنس ہنس کر ان کے پیٹ میں درد ہو گیا تھا۔ پھر تھک کر اسی پتھر پر بیٹھ گئے۔ جب سانس بحال ہوئی تو وسامہ کو جانے کیا خیال آیا وہ بیٹھے بیٹھے اپنا اور معاویہ کا قد ناپنے لگا۔

"تم مجھ سے چھوٹے ہو۔۔۔ لیکن قد تمہارا زرافے کی طرح بڑھ رہا ہے۔" اس نے معاویہ کو بتایا تھا۔

"اس کا مطلب۔۔۔ میں بڑا ہو کر زرافہ بنوں گا؟" چھوٹا سا معاویہ ہونق بن کر پوچھ رہا تھا۔

وسامہ بے ساختہ ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔ بشام کا جنگل اس کی ہنسی کی آواز سے جاگ اٹھا تھا۔

معاویہ کی آنکھوں میں امنڈتے آنسوؤں نے یاد کا منظر دھندلا دیا۔

وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھا اور۔۔۔ اور وہ چیخ چیخ کر رویا۔ دھاڑیں مار مار کر۔۔۔ بالکل بچوں کی طرح۔

بشام کے جنگل نے اسے نوحہ کناں دیکھا تو دکھ سے آنکھیں بھینچ لیں۔ درختوں نے دم سادھ لیا اور ہوا اپنی جگہ تھم سی گئی تھی۔

فلک بوس کی کھڑکیاں اس روز تاریکی اوڑھے کھڑی تھیں اور اس کی چمنیاں سکتہ زدہ اس بھرپور جوان کو روتے ہوئے دیکھ رہی تھیں جس کا نقصان اتنا شدید تھا کہ اس کا ازالہ کیا جا ہی نہیں سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مہمان کے سامنے نہ جانے کی ایسی کوئی پابندی تو فی الحال نہ لگائی گئی تھی لیکن اس کی آمد پر جو کچھ ہوا اس کے بعد خوش نصیب نے یہی مناسب سمجھا کہ کمرے میں دبکی بیٹھی رہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر وہ پلیٹ والا حادثہ نہ ہوا ہوتا تو کوئی مائی کا لال اسے مہمان کے سامنے جانے اور فضیلہ چچی اینڈ فیملی کی ساری پلاننگ برباد کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

بہر حال شام سے رات ہو گئی جب ماہ نور نے کمرے میں جھانکا۔ اور خوش نصیب اس کے چوڑے فریم پر جھکا دیکھ کر چونک گئی۔

ماہ نور کی طرح خوش نصیب کے ہاتھ میں بھی بہت صفائی تھی لیکن اس صفائی سے فائدہ اس وقت حاصل ہو سکتا تھا جب خوش نصیب اسکی مدد کرنے پر راضی ہوتی۔ اسے تو بس ہر کام سے جان چھڑوا کر دوسروں کے لئے پریشانیاں کھڑی کرنے کا شوق تھا اور اپنا یہ شوق وہ بڑی تندہی سے پورا کرتی بھی تھی۔

بہر حال ماہ نور نے کمرے میں جھانکا اور خوش نصیب کو مصروف پا کر چونک گئی۔

''آج سورج مغرب سے نکلا ہے کیا؟''

''اس وقت سورج کہاں سے نکل آیا؟۔۔۔''سنجیدگی سے پوچھا گیا۔ ''ذرا بالکنی سے باہر دیکھو۔۔۔ پوری رات ہے۔۔ ہاں شائد کہیں چاند نکلا ہو۔''بڑے مصروف انداز میں فرمایا گیا اور ایسی ادائے بے نیازی برتی گئی جیسے ماہ نور کا طنز سمجھی نہ ہو۔

''چاند تو نکلا ہو یا نہ نکلا ہو۔۔۔ ذرا نیچے چل کر دیکھو شفیق چچا کے سر پر ایک آلو بخارہ ضرور نکل آیا ہے۔''

''ہائیں۔۔۔ کیا مطلب؟۔۔۔۔''نا سمجھی سے آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا۔

''اللہ رے معصومیت۔۔۔''ماہ نور اسے جانتی نہ ہوتی تو ضرور عش عش کر اٹھتی۔ ''زیادہ بنو مت۔۔ جیسے تم جانتی ہی نہیں۔''اس نے ڈپٹ کر کہا۔

''کیا نہیں جانتی؟۔۔۔۔ اور تم کیسی عجیب باتیں کر رہی ہو ماہ نور! کسی کے سر پر آلو بخارہ کیسے نکل سکتا ہے؟''

''اتنے سارے سوال اگر تم کرو گی تو شفیق چچا اور فضیلہ چچی کیا کریں گے؟''

''اپنے مہمان کو entertain کریں گے اور کیا''بے ساختہ کہہ گئی اور ساتھ ہی زبان دانتوں میں دبالی

ماہ نور نے البتہ فوراہی سر پیٹ لیا۔ اب کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی۔

''شامیر سونے چلا گیا یا اس کے سامنے ہی کلاس ہو گی؟''خوش نصیب نے رونکھی ہو کر پوچھا۔

''کب کا سونے چلا گیا۔۔۔''ماہ نور نے کہا اور دروازے کی طرف پلٹی لیکن اگلے ہی پل حیران ہو کر اس کی طرف پلٹی۔

http://paksociety.com

"تم تو مہمان سے ملی بھی نہیں۔۔ پھر تمہیں کیسے پتا اس کا نام شامیر ہے؟۔"

"تمہیں پتا نہیں؟۔۔۔ مجھے سب پتا ہوتا ہے۔" اس نے معصوم سا منہ بنا کر کہا اور اس کے پیچھے چل پڑی۔

☆☆☆☆☆☆☆

بشام میں بادلوں سے تر شام اتر رہی تھی۔ آسمان کا رنگ سیاہی مائل نیلا دکھائی دینے لگا تھا۔

معاویہ دیر تک رونے اور اپنا دل ہلکا کرنے کے بعد وادی کی طرف نکل آیا۔ وادی کی اکلوتی مارکیٹ جاگنا شروع ہو گئی تھی۔ جگہ جگہ عارضی قمقمے جلائے گئے تھے۔ وہ ایک اسٹال نما دکان پر کھڑا ہو کر گرم دستانے دیکھنے لگا۔

اسی وقت بارش کا پہلا قطرہ زمین کی ہتھیلی پر گرا اور آن کی آن جذب ہو گیا۔

پھر دوسرا اور تیسرا اور اس کے بعد لاتعداد قطرے برستے چلے گئے۔

مارکیٹ میں کھلبلی سی مچ گئی۔ شیڈ لگائے جانے لگے۔ اسٹال سمیٹ دیئے گئے۔

معاویہ دیگر افراد کی طرح بھاگا اور ایک دکان کے شیڈ میں پناہ لی۔ بارش نے زور پکڑ لیا تھا۔ وہ رک کر انتظار کرنے لگا۔ آج کی رات فلک بوس میں اس کی آخری رات تھی۔ صبح اسے واپس چلے جانا تھا۔

"فلک بوس تو اجڑ گیا۔"

"فلک بوس اجڑ گیا یا فلک بوس نے اجاڑ دیا؟"

"اجاڑا تو فلک بوس کے آسیب نے ہے۔۔"

معاویہ نے ان آوازوں پر بے ساختہ گردن موڑ کر دیکھا۔ قریب کھڑے دو مقامی افراد ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ معاویہ نے نادانستہ اپنا رخ موڑ کر ان کی طرف پیٹھ کر لی تاکہ وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکیں۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

http://paksociety.com

"کسی نے کیوں کہنا ہے۔۔؟۔۔۔یہ بات تو سب جانتے ہیں۔" دوسرا بولا۔"اس آسیب نے آج تک کسی کو ٹکنے دیا ہے فلک بوس میں ؟۔۔ہو نہ ہو۔۔اس قتل کی ذمہ دار بھی وہی بدروح ہے۔سنا ہے۔۔۔۔"وہ آدمی ذرا سا اپنے ساتھی کے قریب ہوا اور اس کوشش میں نادانستگی میں منہ موڑ کر کھڑے معاویہ کے بالکل ہی قریب ہو گیا۔اور سرگوشی میں بولا یہ جانے بغیر کہ معاویہ پورا کا پورا سماعت میں ڈھل چکا ہے۔

"سنا ہے۔۔۔جس رات معاویہ طالب کی موت ہوئی اس رات اس بدروح کو فلک بوس میں بھٹکتے ہوئے کئی لوگوں نے دیکھا ہے۔۔۔"

"افواہ ہو گی۔۔۔کیونکہ میں نے تو سنا ہے اس نے خودکشی کی ہے۔۔۔"

معاویہ کا حلق خشک ہو گیا اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔اور اسے وہ سب باتیں یاد آنے لگیں جو وسامہ کے قتل کی تفتیش کے دوران سامنے آتی رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

شفیق چچا کے ماتھے پر کم و بیش ایک انچ کی خراش آئی تھی اور اس خراش سے ذرا اوپر پلیٹ ٹکرانے سے ایک بڑے سائز کا آلو بخارہ سا نمودار ہو گیا تھا۔اور اس حالت میں وہ ایسے مضحکہ خیز لگ رہے تھے کہ ان پر پہلی نظر پڑتے ہی خوش نصیب اپنی بے ساختہ امنڈتی ہنسی روک ہی نہیں پائی۔اگر جو ساتھ ماہ نور نہ ہوتی اور فوراً ہی اسے ٹھوکہ دے کر اپنے دانت اندر کرنے کا اشارہ نہ کیا ہوتا تو یقیناً اب تک اس پر ایک اور فرد جرم عائد ہو چکی ہوتی۔

ویسے بھی جس وقت مہمان نے گھر میں قدم رکھا،خوش نصیب اس جلوس میں شامل نہیں تھی جو مہمان کے استقبال کے لئے دروازے تک گیا دوسرے چھت کا واحد کمرہ بھی اسی کے زیر استعمال تھا سو خود بخود یہ تصور کر لیا گیا تھا کہ چپس کی پلیٹ والا خودکش حملہ خوش نصیب کی کارستانی ہے۔

http://paksociety.com

یوں بھی اس طرح کی شرارتوں۔۔ بلکہ تخریب کاریاں کہنا زیادہ مناسب رہے گا تو اس طرح کی تخریب کاریوں میں خوش نصیب اتنی شہرت حاصل کر چکی تھی کہ جب بھی ایسا کوئی کام ہوتا جس کا مجرم ثابت نہ ہو رہا ہوتا تو قرعہ فال خود بخود ہی خوش نصیب کے نام پر نکل آتی تھی۔ اب تو پھر بھی اس کا جرم کسی حد تک ثابت ہو رہا تھا۔

"ہاں بھئی۔۔ یہ کیا تماشہ لگایا ہے آج؟" شفیق چچا سے بالکل ہی مختلف تھے اس وقت اپنے زخمی ماتھے پر تیوریاں ڈالے بیٹھے تھے اور ان تیوریوں کو گننے کا فریضہ سر انجام دے رہی تھیں ان کی نصف بہتر۔۔ یعنی فضیلہ چچی جن کے غالباً نام کی بدولت انہیں افضل تسلیم کر لیا گیا تھا۔

ساتھ ان کی ساری آل اولاد بھی خوش نصیب کی درگت بنتے دیکھنے کے خیال سے وہیں موجود تھی۔ صیام کی تو کمینی مسکراہٹ ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ شاہجہان اپنی ہونق شکل کے ساتھ بھی معتبر تاثرات سجائے بیٹھا تھا تاکہ گھر کا بڑا بیٹا ہونے کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے خوش نصیب کے کان کھینچ سکے۔

ہاں منہا ذرا سہمی بیٹھی تھی اور سب کے عقب میں کھڑے ہو کر اس نے باقاعدہ خوش نصیب کو اشارے بھی کیئے تھے کہ وہ ہر چیز سے صاف مکر جائے۔ لیکن وہ خوش نصیب ہی کیا جو کسی کی بات مان لے۔

"تماشہ؟۔۔۔ آپ کا مہمان کیا بندر کا تماشہ بھی دکھاتا ہے؟" مزے سے بولی۔ وہ دراصل ڈھٹائی کے اس دور میں داخل ہو چکی تھی جہاں کسی کے زبان سے نکلے ہوئے لفظ دل پر چاہے سوچ کے لگائیں۔ کسی کے سامنے دھیمہ پڑ جانا اس کی شان کے خلاف تھا۔

"اے لڑکی! زبان کو لگام دو۔" فضیلہ چچی ڈپٹ کر بولیں۔ "خبردار جو شامیر کے بارے میں ایک بھی غلط لفظ بولا۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔۔۔ چچا نے خود ہی۔۔۔"

"خبردار جو آگے ایک لفظ بھی کہا۔" شفیق چچا جلال میں آ گئے۔

"یہ جو حرکت آج تم نے کی ہے۔۔۔ اس کی کوئی وضاحت ہے تمہارے پاس؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"اچھا۔۔ تو چھت پر کیا آجکل کسی جن بھوت نے بسیرا کر لیا ہے جو ایسے پلیٹیں کھینچ کھینچ کر مارتا ہو؟" وہ اور غصے سے بولے۔

http://paksociety.com

"ارے۔۔۔توبہ ہے چچا!۔۔۔پلیز اس طرح کی باتیں نہ کریں۔۔۔آپکو پتا بھی ہے مجھے ایسی باتوں سے کتنا ڈر لگتا ہے۔"

"لو اور سنو۔۔۔"فضیلہ چچی ٹھٹھا لگا کر بولیں۔"سارے زمانے کو ڈرانے والی خود ڈرنے لگی۔۔۔اللہ کی قدرت ہے۔

خوش نصیب نے منہ بنا کر انہیں دیکھا۔کوئی جواب بھی دینا چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے ہی شفیق چچا غصے سے بولے۔

"تمہاری بدتمیزیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں خوش نصیب!۔۔۔اگر یہ سب ایسے ہی چلتا رہا تو میں بہت بری طرح پیش آؤنگا۔"مذاق ایک طرف لیکن ان کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ کمرے سے باہر تک بھی جاتی۔

ماہ نور۔۔۔اذلی بزدل۔۔۔اس کا دل تو فوراہی کانپنے لگا۔

خوش نصیب اونچے لہجوں اور ایسی دھمکیوں کی عادی ہو چکی تھی ضرور پلٹ کر کوئی جواب دیتی اگر دروازے کی چوکھٹ میں کھڑے شامیر کو نہ دیکھ چکی ہوتی۔

وہ نائیٹ سوٹ میں ملبوس تھا اور غالباً کسی کام سے اندر آرہا تھا شفیق چچا کی دھاڑ سن کر چوکھٹ پر ہی رک گیا۔

لیکن خوش نصیب کی عزت افزائی جس انداز سے ہو رہی تھی وہ سن چکا تھا۔

خوش نصیب کا تو وہ حال ہوا جیسے بدن میں خون ہی نہ بچا ہو۔دل کا کڑھنا ایک طرف لیکن اگر وہ اپنے نام کے برعکس سیاہ بخت تھی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ ہر کوئی فضل منزل میں اسکے رتبے سے آگاہ ہوتا۔

"ارے شامیر بیٹا!۔۔۔"فضیلہ چچی کی نظر بھی پڑ چکی تھی سو فوراً لہجہ بدل کر بولیں اور ساتھ ہی چپکے سے میاں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

میاں بھی انہی کے تھے سو فوراً سمجھ گئے۔

"اب جاؤ۔۔۔پھر بات کریں گے۔"

شامیر دروازے میں کھڑا تھا اور خوش نصیب کو وہیں سے گزر کر جانا تھا۔اس نے کہیں پڑھا تھا ناکامی یہ نہیں ہوتی کہ آپ اس ناکامی کے بوجھ سے اپنے کندھوں کو کتنا جھکا ہوا محسوس کرتے ہیں ناکامی یہ ہوتی ہے کہ ناکامی سے روشناس ہونے کے باوجود آپ کتنا سر اٹھا کر جینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

http://paksociety.com

اور اس میں بلند حوصلے کی کمی نہیں تھی۔ دل میں چاہے خود کو جتنا مرضی ناکام تصور کرے کوئی اور اسے ناکام سمجھے یہ اسے ہر گز منظور نہیں تھا۔ لہذا دل ہی دل میں اس نے ایک گہری سانس لی۔ تصور میں اپنا کندھا تھپتھپایا اور گردن اکڑا کر شامیر کے پاس سے باہر نکلتی چلی گئی۔

راج ہنس جیسی اٹھی ہوئی گردن اور اس پر سے اس کی شان بے نیازی۔

شامیر نے گردن موڑ کر اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھا اور مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

☆☆☆☆☆☆☆

معاویہ فلک بوس واپس آیا اور عجیب اضطراب کی کیفیت میں سارے فلک بوس میں پھرتا رہا۔

عجیب وحشت کے عالم میں اس نے فلک بوس میں آیو شمتی کو تلاش کیا۔ اس آسیب کا پتا لگانے کی کوشش کی جس کا خوف اس کے بھائی کو نگل گیا تھا۔ لیکن فلک بوس خالی تھا۔ وہاں خاموشی، اداسی اور وحشت کا عنصر ضرور تھا لیکن کسی بدروح کا کوئی وجود نہیں تھا۔

گو کہ معاویہ اس سے پہلے بھی جانتا تھا کہ آیو شمتی محض وسامہ کا واہمہ ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ وسامہ کوئی نفسیاتی مریض بن چکا تھا۔

حالانکہ وہ جب تک زندہ رہا معاویہ خود اسے یقین دلاتا رہا کہ آیو شمتی اس کا ذہنی عارضہ ہو سکتی ہے حقیقت نہیں۔ لیکن اب اس کے گزر جانے کے بعد وہ خود ہی مخمصے میں پڑ گیا تھا۔

اس نے اپنے بھائی کا بے روح جسم دیکھا تھا۔

اس کے چہرے پر اس کے اپنے ہی ناخنوں کی کھرونچیں تھیں۔ جسم سے زندگی نکل جانے کے باوجود اس کے چہرے پر ڈر کی جو تحریر لکھی تھی اس سے نظریں چرانا ناممکن تھا۔

وہ بار بار سوچتا بار بار الجھتا۔ اسے اپنے سوالوں کے جواب چاہیئے تھے۔

وسامہ نے اگر خودکشی کی تو کیوں؟ اس کا دل یہ بات ماننے پر راضی نہیں ہو رہا تھا کہ محض کسی آسیب یا بدروح کے خوف نے اسے زندگی کی قید سے آزاد ہونے کی ترغیب دی ہو سکتی ہے۔

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

اور اگر اس نے خودکشی نہیں کی۔۔۔تو؟۔۔۔وہ کون تھا جس نے وسامہ کو اس حال تک پہنچادیا؟۔

ایک بار پھر وہ تھک کر بیٹھا اور لاچار اور بے بس ہو کر بیٹھا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"آگئی ڈانٹ کھا کے ؟۔۔۔ کبھی تو شرارت سے باز آجایا کرو خوش نصیب!" وہ جوں ہی کمرے میں داخل ہوئی روشن امی نے حسب معمول ناراضی سے کہا۔

خوش نصیب نے منہ بنالیا۔

"آپ کو کیسے پتا میں ڈانٹ سن کر آئی ہوں؟"

"آج تک تم نے ایسا کوئی کام کیا ہے کہ اس گھر کے کسی فرد نے تمہیں شاباش دینے کے لئے بلایا ہو؟"

سوال میں جان تھی لیکن خوش نصیب ایک گہری سانس بھر کر بولی۔

"میں نے کوئی شرارت نہیں کی۔"

"جھوٹ مت بولو۔" وہ اسی کی والدہ تھیں اور اس کی نس نس سے اچھی طرح واقف تھیں۔

خوش نصیب ایک اور گہری سانس بھر کر بولی۔"اگر ایک آپ مجھ پر بھروسہ کرنا شروع کر دیں۔۔تو باقی ساری دنیا کو میں اپنی جوتی کی نوک پر رکھوں۔"

"جیسے ابھی تم نے اپنی جوتی کی نوک پر نہیں رکھا ہوا ساری دنیا کو۔" وہ اور طنز اور ناراضی سے بولیں۔

"اور یہ وہ کام ہے جو آپ ساری زندگی نہیں کر سکیں۔۔دیکھ لیں ابھی تک کتنا ڈر ڈر کے زندگی گزارنا پڑ رہی ہے۔۔" ترنت بولی۔

"بکو مت اور اٹھ کر بستر ٹھیک کرو۔" ڈپٹ کر بولیں۔خوش نصیب منہ بناتی ہوئی اٹھی اور بستر جھاڑنے لگی۔روشن آراء نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

"یہ کیا حرکت کی تھی آج تم نے؟۔۔۔کم سے کم مہمان کا تو خیال کیا ہوتا۔"

"جان بوجھ کر نہیں گرائی۔۔۔ غلطی سے پلیٹ گر گئی تھی۔" وہ چڑ کر بولی۔ "اور مہمان کا خیال میں کیوں کرتی؟۔۔۔ ہمارا مہمان ہے کیا؟"

"جب اکٹھے رہتے ہیں تو ہمارا تمہارا کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ وہ مہمان ہے تو ہم اس کے میزبان۔۔۔"

"یہ پرانے سبق آپ مجھے نہ پڑھایا کریں پلیز۔۔۔ بچپن سے یہی ساری باتیں سنتی بڑی ہوئی ہوں میں۔" اس نے چادر جھاڑی تکیے صحیح جگہ پر رکھے اور پھر ماں کو دیکھ کر بولی۔ "لیکن ایک بات آپ میری کہیں بھی لکھ کر رکھ لیں۔ آج وہ پلیٹ غلطی سے گری تھی۔ اگلی بار ایسا نہیں ہو گا۔"

روشن آراء ہکا بکا رہ گئیں۔

"میں جب تک اس مہمان کے بچے کو یہاں سے بھگا نہیں دیتی یا کم سے کم فضیلہ چچی کو مزہ نہیں چکھا دیتی سکون سے نہیں بیٹھو نگی۔" بہت سنجیدگی اور مستحکم لہجے میں وہ کہتی چلی گئی۔

وہ ہمیشہ سے منہ پھٹ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے بڑے بڑے دعوے کرنی کی عادی تھی لیکن اتنی بدلحاظ کبھی نہیں ہوئی تھی کہ یوں منہ بھر کر اپنے ارادوں کا ذکر ماں کے سامنے کر دے۔

روشن آراء اس کے دیئے ہوئے شاک سے نکل کر ایک دم غصے میں آئیں اور انگلی اٹھا کر بولیں۔

"مہمان کو تو جب گھر سے نکالو گی سو نکالو گی۔۔۔ ابھی اپنا بستر اٹھاؤ اور کمرے سے باہر نکل جاؤ۔"

اب شاکڈ ہونے کی باری خوش نصیب کی تھی۔ اس نے ذرا سی گردن موڑ کر دریچے کی طرف دیکھا۔ آسمان سے لپٹی ہوئی سیاہ رات دریچے سے اندر آنے کے لئے سر پیر مار رہی تھی۔ خوش نصیب نے تھوک نگل کر خشک ہوتا حلق تر کیا۔ اور بولی۔

"اس وقت کیوں نکال رہی ہیں؟۔۔ میں سوؤ نگی کہاں؟"

"یہ اپنے ارادے باندھنے سے پہلے سوچنا چاہیئے تھا۔" روشن آراء ناراضگی سے بولیں۔

"اتنی بڑی چھت ہے سونے کے لئے۔ کہیں بھی بستر ڈال لینا اور تب تک کمرے میں واپس مت آنا جب تک یہ بدلہ لینے کا خناس تمہارے دماغ سے نکل نہ جائے۔"

http://paksociety.com

"روشن امی!۔۔۔" وہ رونکھی ہو کر بولی تھی لیکن روشن امی اپنا فیصلہ بدلنے کے لئے ہر گز تیار نہ تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

"فلک بوس وہ جگہ تھی جو وسامہ کو اپنے خوابوں کا مسکن لگتی تھی۔ وہ ہمیشہ وہاں مستقل رہنے کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ بشام کی دلکش وادی، فلک بوس کا سکون اس جیسے creative minded بندے کو بہت haunt (متوجہ) کرتی تھی۔

شادی کے بعد پہلی بار جب وہ آئے کت کو وہاں لیکر گیا تو آئے کت نے بھی ایسی ہی خواہش کا اظہار کر دیا۔ وسامہ کے لئے اس خواہش کو پورا کرنا ناممکن تھا۔ لیکن جب طالب ماموں نے اسے گھر سے نکالا تو معاویہ نے بڑی فیاضی سے اسے فلک بوس جا کر رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ گو کہ معاویہ کے والد اردشیر ازی اس بات کے خلاف تھے لیکن معاویہ نے ان کی ایک نہیں سنی تھی۔ اسے اپنے بھائی کی خوشی عزیز تھی سو اسنے یہ خوشی پوری کر کے چھوڑی تھی۔

بشام سے نکل کر وہ ماموں ممانی کے گھر ایبٹ آباد آ گیا۔ اس کا اور ان لوگوں کا غم ایک تھا۔ گو کہ وہ ذہنی اور جذباتی طور پر ان لوگوں سے قریب رہا تھا لیکن وسامہ کی موت کے بعد وہ ان لوگوں کے اور بھی قریب ہو گیا تھا۔ ان کے ساتھ رہتے ہوئے اسے سکون ملتا تھا۔ دراصل جب غم ایک ہو جاتا ہے تو اس غم کا بوجھ بھی تقسیم ہو جاتا ہے۔ سو معاویہ اپنا غم بانٹنے ایبٹ آباد آ گیا تھا۔ لیکن اس کے اس فیصلے سے اردشیر ازی خوش نہیں تھے۔ انہوں نے فون پر اچھی خاصی ناراضی کا اظہار کیا تھا۔

"تم یہاں رہ کر اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔۔۔ تمہیں چاہیئے جلد از جلد واپس جاؤ اور اپنی پڑھائی پر دھیان دو۔"

"مجھے وسامہ کے قتل کے کیس کی انکوائری کروانے دیں۔۔۔ میں واپس چلا جاؤنگا۔۔۔" اس نے تحمل لیکن دوٹوک لہجے میں کہا۔ اسوقت وہ اردشیر ازی سے ڈرتا تھا ابھی اتنا بہادر نہیں ہوا تھا کہ ہر بات کا جواب منہ پر دے سکتا۔ غم نے ویسے ہی لہجے کی ٹون ہلکی کر دی تھی۔

"وسامہ نے خودکشی کی ہے معاویہ! اور خودکشی کے کیس کی کیا انکوائری کرواؤ گے؟۔۔ اس نے موت کو خود اپنے لئے پسند کیا۔" وہ بے حس لہجے میں بولے۔

معاویہ کو ان کے اس لہجے سے نفرت تھی لیکن وہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ اسطرح بات مت کریں۔باپ سے سو شکوے لیکن ان کے آگے بولنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا وہ۔

"یہ سچ نہیں ہے۔"اس نے جلدی سے کہا۔"اسے قتل کیا گیا ہے۔۔۔وہ الماری باہر سے بند کی گئی تھی۔

"اگر ایسا ہے تو یہ کام ضرور اس کی بیوی نے ہی کیا ہو گا مجھے اس کا کردار کبھی قابل بھروسہ نہیں لگا۔"اردشیر ازئی نے سگار سلگاتے ہوئے جواب دیا۔

"آئے کت پر الزام تراشی بند کریں۔"

"میں الزام نہیں لگا رہا۔۔۔"وہ اطمینان سے بولے۔"لیکن وہ جس طرح کے کردار اور بیک گراؤنڈ کی مالک ہے اس سے یہی توقع کی جا سکتی ہے۔جس کی کوئی پہچان نہیں جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی۔۔۔پہچان اسے وسامہ سے شادی کر کے مل گئی تھوڑا بہت پیسہ بھی مل گیا ہو گا اب اپاہج شوہر کو رکھ کر اس نے کیا کرنا تھا۔"

"آئے کت کے بارے میں اس طرح بات مت کریں۔"وہ جھنجھلا کر بولا۔"وسامہ نے اسے پسند کیا تو کچھ سوچ کر ہی کیا ہو گا۔۔اور مجھے اس کی پسند پر فخر ہے۔

"وہ کرپٹ لڑکی ہے معاویہ!تم سمجھتے کیوں نہیں؟"

"آپ مجھے نہ سمجھائیں۔۔صرف اجازت دیں کہ میں فلک بوس میں انکوائری شروع کروا سکوں"

"تم جانتے ہو میں فلک بوس کو بیچنا چاہتا ہوں۔اور ایسی باتیں اس کی ساکھ کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔"

"میرا بھائی چلا گیا۔۔اور آپ کو اپنی اور فلک بوس کی ساکھ کا پڑا ہوا ہے۔"اس نے صدمے سے کہا۔

"دیکھو معاویہ!"وہ تحمل سے بولے۔"جس دور میں ہم جی رہے ہیں یہاں سگے رشتوں کی اہمیت آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی ہے وہاں ان سیکنڈ ریلیشنز کو تم کتنی اہمیت دلوا سکو گے۔"

"یہ بات آپ جیسا خود غرض انسان نہیں کہے گا تو کون کہے گا۔۔۔"اس نے تلخی سے دل میں سوچا اور بولا۔"بابا پلیز۔۔۔"

"معاویہ! مجھ سے بحث مت کرو۔۔" وہ اب کڑک کر بولے۔ معاویہ اگلا ایک جملہ نہیں بول سکا۔ وسامہ کے قتل کیس کی انکوائری کروانے کے سلسلے میں اس کی آخری امید بھی دم توڑ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح خوش نصیب کا منہ خوب سوجا ہوا تھا۔

پتا نہیں روشن امی اتنی ظالم کیوں تھیں۔ ہر وہ کام جو خوش نصیب پورے جی جان سے کرنا چاہتی اسی کے راستے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ کھڑی کر دیتی تھیں۔

ناراض ناراض سی وہ ساری فضل منزل میں گھومتی رہی یہاں تک کہ اس احاطے میں پہنچی جہاں شامیر کی کالی "اوڈی" پارک کی گئی تھی۔

ہائے۔۔۔ ساری ہی ناراضگی اڑن چھو ہو گئی۔ نرم پوروں سے اس نے اس کالے مخمل کو چھوا اور شیشے سے اندر جھانک کر اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ ان آرام دہ اور نرم گرم سیٹوں پر بیٹھ کر کیسا لگتا ہو گا۔

تصور کی آنکھ سے اس نے خود کو گاڑی کی سیٹ پر کھلے ہوئے بالوں کے ساتھ سیاہ گاگلز لگائے ایک شان اور اسٹائل سے گردن اکڑا کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہ ایسا سہانہ اور دلفریب منظر تھا کہ وہ اس منظر کی خوبصورتی میں غرق ہونے لگی۔

ایک تو تصور ایسا اوپر سے دور کسی اونچے چبارے کی کھڑی میں رکھا ریڈیو گیت سنانے لگا۔

"آج پھر جینے کی تمنا ہے۔۔۔

آج پھر مرنے کا ارادہ ہے۔۔۔"

ایک ہاتھ گاڑی پر رکھے وہ آنکھیں بند کئے جھومنے کا ارادہ کر رہی تھی اس بات سے بے خبر کہ گاڑی کے دوسری طرف برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھا شامیر اسے دیکھ چکا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کی سمجھ میں نہ آنے والی حرکتوں کو اب بڑی دلچسپی سے دیکھتا چلا جا رہا ہے۔ ایک ہاتھ میں تہہ کیا ہوا اخبار پکڑے اور دوسرے ہاتھ کی بند مٹھی مسکراتے ہوئے لبوں پر سجائے وہ بڑے شوق سے اسے دیکھ رہا تھا۔

http://paksociety.com

خوش نصیب آنکھیں بند کئے گاڑی پر ہاتھ پھیرتی پورا چکر لگا کر جب عین اس کے سامنے پہنچی تو غالباً نظر کے ارتکاز نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ جوں ہی آنکھ کھلی سامنے شامیر کا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آیا۔

وہ جو خیالوں ہی خیالوں میں اوڈی کی ٹیسٹ ڈرائیو کے مزے لے رہی تھی یوں حواس میں آتے ہی بدکی کہ پہلے کچھ کم ہونق لگ رہی تھی جو گڑبڑاہٹ میں ہونق پن کی چوٹیوں کو ہی چھو گئی۔ منظر سے غائب ہو جانے کے خیال سے وہ تیزی سے مڑی تھی لیکن اس سے بھی پہلے شامیر نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے اسے مخاطب کر لیا۔

"گڈ مارننگ۔"

"ہائے ہائے۔۔۔ کہاں کی گڈ مارننگ۔۔ بھاڑ میں جھونکو ایسی گڈ مارننگ۔۔۔ یہ کہاں سے آ گیا۔۔۔ وہ بھی سویرے سویرے۔" حواس باختہ ہو کر منہ ہی منہ میں بدبدائی۔

"آپ نے کچھ کہا؟۔۔۔ میں نے ٹھیک سے سنا نہیں۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔" جلدی سے بولی۔ "اور آپکی تعریف؟۔۔۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" بنا اس کی طرف دیکھے بولی۔ بڑی زبردست کوشش کر رہی تھی کہ اس کا حواس باختہ پن شامیر دیکھ نہ پائے۔

اس سوال پر شامیر کی پیشانی پر استعجاب سے بل پڑ گئے اور آنکھوں میں حیرانی اور بے یقینی نظر آنے لگی۔

"کیا سچ؟۔۔۔ لیکن میں تو آپ کو پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا۔"

"ظاہر ہے۔۔۔ میں ہوں ہی اتنی خوبصورت۔۔۔ کوئی مجھے بھول ہی نہیں سکتا۔" خوش فہمی جسے وہ خوش شناسی گردانتی تھی اس میں بدتمیزی کی حد تک بھری ہوئی تھی گردن اکڑا کر بولی۔

شامیر اس کے جملے سے اتنا لطف اندوز ہوا کہ اپنی بے ساختہ امنڈتی مسکراہٹ بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی۔

میری تو مسیحا ہیں آپ۔۔ راہبر۔۔۔ بھٹک جاتا اگر جو آپ نے راہ نمائی نہ کی ہوتی۔۔۔ یقین کیجئے آپ کا احسان کبھی نہیں بھولونگا میں۔" اتنا شکر گزار لہجہ تھا کہ خوش نصیب پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

وہ خلوص سے بول رہا تھا لیکن خوش نصیب نے پر سوچ انداز میں ماتھے پر تیوریاں ڈال کر اسے دیکھا۔

http://paksociety.com

"اگر فضل منزل ہی آنا تھا تو اتنے دن سے گلیوں میں گھومتے کیوں پھر رہے تھے؟" بڑا تھانیدارنی والا انداز تھا۔

شامیر محظوظ ہوا اور اخبار سمیت بازو سینے پر باندھتے ہوئے بولا۔

"ایک ضروری کام سے آتا تھا لیکن آج پتا چلا۔۔۔ کشش کچھ اور تھی۔"

خوش نصیب کچھ سمجھی کچھ نہیں۔ ایک بار پھر اسے غور سے دیکھا۔ وہ لمبا تھا اور بیحد وجیہہ۔ اوپر سے مسکراتا بھی دھیمہ دھیمہ تھا۔ ابھی وہ کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچی تھی کہ صیام وہاں آ گئی۔ شامیر اور خوش نصیب کو آمنے سامنے کھڑے دیکھ کر منہ بنایا لیکن امی کی خاص تاکید یاد آ گئی۔ یہی کہ شامیر کے سامنے نرم لہجے میں بات کرنی ہے۔ دراصل نرم لہجہ وہ تیر ہوتا ہے جس سے مرد کا دل سب سے پہلے گھائل ہوتا ہے۔ اور فضیلہ چچی ایسے تمام تیروں سے واقف تھیں جو مرد کے دل پر سیدھا وار کرتے ہیں۔ صیام انہی کی تو بیٹی تھی۔ سو اس نے ساری ناگواری کو ڈالا دل کے اس کونے میں جہاں سے بوقت ضرورت اسے نکالا جا سکتا تھا۔ اور دماغ کی بات کو مانتے ہوئے مسکرا کر شامیر سے بولی۔

"آیئے شامیر! ناشتہ تیار ہے۔"

شامیر مسکرا کر آگے بڑھا پھر رک کر خوش نصیب سے بولا۔

"تشریف لایئے۔"

"جی نہیں۔۔۔ شکریہ۔۔۔ میں ناشتہ کر چکی ہوں۔" روکھا سا انداز۔

"ٹیبل پر ہمارا ساتھ دیں تو ہمیں خوشی ہو گی۔" وہ بھرپور مسکرایا۔ یہ مسکراہٹ بڑی جان لیوا تھی۔

"آپ کو خوش کرنے کے لئے ٹیبل پر اور بہت سے لوگ موجود ہونگے۔۔ میری طرف سے معذرت قبول کیجئے۔" یکایک وہ ایک الگ ہی خوش نصیب بن گئی۔ اس خوش نصیب سے وہ خود واقف تھی یا کیف۔ جو اسوقت یہاں موجود ہوتا تو ضرور چونک جاتا۔ شامیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ پر سوچ، جچی تلی مسکراہٹ۔ لیکن اس نے اپنی نظریں خوش نصیب کے چہرے سے ہرگز نہ ہٹائیں۔ ایسے جیسے کسی کھوج میں ہو۔

پھر وہ بھرپور مسکرایا سر کو ذرا سا خم کیا اور مسکراہٹ کی اشرفیاں خوش نصیب پر لٹاتا صیام کے ساتھ چلا گیا۔

http://paksociety.com

سچ تو یہ ہے لڑکیوں کے لئے ایسے لڑکے بڑے جان لیوا ثابت ہوتے ہیں جو دھیمہ دھیمہ مسکرا کر دیکھیں۔ جنہیں ذو معنی جملے بولنے میں ملکہ حاصل ہو۔ آنکھوں سے سب کچھ کہہ جائیں اور لبوں سے ایک واضح جملہ تک کہنے کے روادار نہ ہوں۔ لیکن۔۔۔۔ لیکن ابھی خوش نصیب اس ادراک سے کوسوں دور تھی۔ اور گمان کے کسی اور ہی دیس میں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

کیف واپس اسلام آباد جا رہا تھا۔ اوپر آیا تا کہ نانی خالہ کو خدا حافظ کہہ سکے۔

پرانی طرز کا تنگ سا زینہ چڑھ کر جوں ہی چھت کا دروازہ عبور کیا تیز چمکتی دھوپ نے آنکھیں چندھیا دیں۔ اس نے بے ساختہ آنکھوں کے آگے ہتھیلی کا چھجا سا بنالیا۔ زینے سے آگے بھی کوئی تیس قدم دور کمرہ تھا۔ وہاں تک جاتے وہ پسینے میں نہا گیا تو اور بھی دل میں شرمندہ ہوا۔ سارا خاندان ہی ان لوگوں کے بارے میں بے حس بن چکا تھا۔ اپنے اپنے کمروں میں اسپلٹ اے سی کی کولنگ میں بیٹھے اس سال پڑنے والی گرمی پر سیر حاصل تبصرہ فرماتے ہوئے کسی کو بھی رتی بھر بھی احساس نہیں ہوا ہو گا کہ کتنے لوگ اوپر اس تندور میں سلگ رہے ہیں۔ اس کا دل اور بھی شرمندگی سے بھر گیا۔ غصہ آیا سو الگ۔ بندہ بے حس خاندان میں پیدا ہو تو سینے میں احساس مند دل لیکر ہرگز پیدا نہ ہو۔ زندگی مشکل ہو جاتی ہے یار۔۔!

اس نے سوچا۔ اور ماتھے سے بہتے پسینے کے ساتھ وہ ملال بھی پونچھ ڈالا جو اس وقت اسے بڑی شدت سے محسوس ہو رہا تھا۔

دستک دے کر اندر آیا۔

خوش نصیب نانی کے پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھی اور گردن موڑ کر دروازے پر دستک دینے والے کو دیکھ رہی تھی۔ ماتھے پر ذرا سی جھلاہٹ کی شکنیں۔ کیف کو دیکھ کر بولی۔

"تم اس وقت؟۔۔۔ خیریت؟"

"میں جا رہا ہوں۔۔۔ خدا حافظ نانی خالہ!"

وہ آگے بڑھا۔ اور نانی کا بوڑھا ہاتھ نرمی سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔

http://paksociety.com

ضعیف نانی خالہ دعائیں دینے لگیں۔ان کی زبان تو اب صاف نہ رہی تھی لیکن جذبہ جوں کا توں تھا۔کانوں سے کم سنائی دیتا تھا لیکن جس عمر میں وہ تھیں وہاں لفظوں سے زیادہ تیور کی زبان سمجھی جاتی ہے۔

خوش نصیب نے دیکھا کیف کا انداز سادہ تھا مگر جملے کی بنت اور لہجے کا اتار چڑھاؤ بتاتا تھا اس کا دل بوجھل ہے۔

کیف کان لگا کر نانی کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"لو۔۔۔ایسا ہو سکتا تھا بھلا؟۔۔۔ایسا پہلے کبھی ہوا ہے کہ آپ سے ملے بغیر چلا جاؤں؟۔۔۔"وہ مسکرا رہا تھا اور اور نانی کو بچوں کی طرح بہلا رہا تھا۔ایسے مسکراتا ہوا وہ ہمیشہ ہی اچھا لگتا تھا۔

"نانی خالہ! آپ نے میرے لئے بہت سی دعائیں کرنی ہیں اور ہاں کھانا بھی ضرور کھانا ہے۔۔۔میں فون کر کے پوچھونگا۔۔۔"

وہ واقعی ان سے بچوں کی طرح باتیں کر رہا تھا۔خوش نصیب پتا نہیں کیوں لیکن تھوڑی کے نیچے بند مٹھی جما کر اسے دیکھتی گئی۔اور جب وہ نانی کو الوداع کہہ کر پلٹا تو ترنت بولی۔

"محاذ پر جا رہے ہو کیا؟۔۔اور منہ تو ایسے لٹکا رکھا ہے جیسے کبھی واپس ہی نہیں آؤ گے۔۔۔۔دعا کرنا میرے لئے۔"اس کی نقل اتار کر سر جھٹکا۔

"میری بات لکھ کر رکھ لو کیف! کوئی لڑکی کبھی تم پر عاشق نہیں ہو سکتی۔"اس نے وثوق سے کہا۔"لڑکیاں کبھی ایسے لڑکوں کو پسند نہیں کرتیں جو ذرا ذرا سی بات پر اداس ہو جاتے ہوں۔۔اور چھپکلی مارتے ہوئے جن کی جان نکلتی ہو۔"

"مجھ پر عاشق ہونے والی لڑکیوں کی تعداد اگر کبھی گنوانے لگا ناں۔۔۔تو تمہاری گنتی ختم ہو جائے گی لڑکیاں ختم نہیں ہونگی۔"اکڑ کر بولا۔

"ائے ہائے۔۔۔رہتے نہیں تم۔۔کہیں کے حسن کے دیوتا۔"ناک چڑھا کر بولی۔

"حسن کا نہیں وجاہت کا دیوتا۔"اس نے فوری طور پر تصحیح کروائی۔حسن کا لفظ لڑکیوں کے لئے مناسب لگتا ہے۔

"بات تو ایک ہی ہے۔۔"

"کیا مطلب؟"

http://paksociety.com

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

"تم بھی تو لڑکیوں جیسے لڑکے ہو۔" مزے سے بولی۔

"بکو مت۔" وہ بھڑک اٹھا۔ محبت اپنی جگہ اہم صحیح لیکن یہ مردانگی پر حرف برداشت سے باہر تھا۔

"ارے اس میں اتنا غصہ کرنے کی کیا بات ہے؟۔۔۔ سینے میں لڑکیوں جیسا نرم دل لیکر گھوم رہے ہو۔ ہاسٹل جاتے ہوئے ایسے اداس ہوتے ہو کہ کیا ہی کوئی لڑکی میکے سے سسرال جاتے ہوئے منہ لٹکاتی ہو گی۔۔ اگر میں نے حسین کہہ دیا تو کونسی قیامت آگئی۔" خوش نصیب نے جلدی سے کہا۔

کیف کا غصہ ذرا کم ہوا۔ بات درست تھی اس کی لیکن اب اتنی بھی نہیں۔

"ایک تو مجھے آج تک اس معیار کی سمجھ نہیں آئی جس پر لڑکا اور لڑکی کے جذبات کو پرکھا جاتا ہے۔۔" مدلل انداز میں بولا۔

"لڑکا اگر روئے تو اس پر لڑکی ہونے کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ اداس ہو تو یہی بات۔۔ بھئی کیوں؟۔۔۔ کیا لڑکوں کے سینے میں دل نہیں ہوتا کیا اللہ نے انہیں بناتے ہوئے شرط رکھی تھی کہ سارے آنسو لڑکیاں ہی بہائیں گی۔۔۔ ہم روئے تو زلزلہ آجائے گا۔۔ ہم اداس ہو گئے تو سونامی آجانے کا خطرہ بڑھ جائے گا؟۔۔۔"

"خیر یہ تو نہیں کہا میں نے۔۔۔" ذرا سا رخ موڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن مرد کو مضبوط اعصاب کا مالک ہونا چاہیئے ہر بڑی سے بڑی بات کر ہنس کر سہہ جائے۔۔ یہ نہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر اداس شکل بنالے۔۔" سوچ سوچ کر بول رہی ہے جیسے اپنے خیالات میں مزید اضافے کرنے کی خواہشمند ہو لیکن سمجھ نہ پا رہی ہو اور کن نقاط کا اضافہ کرے۔

"رہنے دو نصیبن!۔۔ تمہارے خیالات کے حساب سے مردانگی کو جانچا جانے لگا تو عنقریب تم کہو گی۔۔ لڑکوں کو چھپکلی اور لال بیگ بھی جیب میں رکھ کر گھومنا چاہیئے۔ تاکہ وہ سب پر ثابت کر سکیں انہیں کسی چیز سے ڈر نہیں لگتا۔" کڑھ کر بولا تھا۔

"اور تم میں اتنا حوصلہ کہاں؟۔۔۔ مجھے آج بھی یاد ہے کیسے ایک بار بچپن میں تم چوہا دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔" مزاق اڑانے والا انداز۔

"پہلی بات تو یہ کہ اس وقت میں صرف چھ سال کا تھا اور دوسری بات یہ کہ وہ چوہا تھا بھی تو ایک بڑی بلی کے سائز کا۔" وہ اپنی بات پر قائم تھا۔ "تم جیسی لومڑی سے ساری زندگی سر کھپانے کا ارادہ کئے بیٹھا ہوں۔۔۔ اس سے زیادہ حوصلہ مندی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

خوش نصیب نے ایسے سر جھٹکا جیسے مکھی اڑا رہی ہو۔ کیف مسکرایا ایسے ہی جیسے وہ ہمیشہ مسکراتا تھا۔ یعنی شرارت سے، ذو معنی انداز میں اور خوش نصیب کو ایسے ہی دیکھا جیسے ہمیشہ دیکھتا تھا۔

یعنی محبت سے، چاہ سے، لگن سے۔

"اور جہاں تک یہاں سے جاتے ہوئے اداس ہونے کی بات ہے۔۔۔ یہ دل والوں کی رمزیں ہیں۔۔۔ تم نہیں سمجھو گی۔" اس نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

"ہمیں ایسا دل چاہیئے بھی نہیں۔۔ جو ذرا ذرا سی باتوں پر منہ لٹکانے پر مجبور کر دے۔" سر جھکا کر نانی کے لئے اگلا لقمہ بناتے ہوئے اس نے بے نیازی سے کہا تھا۔

"میری ایک بات لکھ کر رکھ لو نصیبن! اپنی ان ساری بڑی بڑی باتوں پر تم ایک دن ضرور پچھتاؤ گی۔" اس نے چڑ کر کہا تھا۔

اور خوش نصیب ہمیشہ ہی اس نام پر چڑ جاتی تھی ابھی بھی دانت کچکچا کر بولی۔

"پچھتائیں میرے دشمن!"

"جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب تو ضرور ہو گی اور اتفاق سے ان ایک ہزار میں سے تین چوتھائی تو اسی گھر میں موجود ہیں۔" وہ دوبدو بول رہا تھا۔

"وہ شائد قیامت کا دن ہی ہو گا جب تمہیں یقین آ جائے گا کہ اس گھر میں کوئی بھی تمہارا دشمن نہیں ہے۔"

"کم سے کم اب تو یہ بات مت کہو۔۔۔" خوش نصیب نے سنجیدگی اور جلدی سے کہا۔ "جبکہ خود دیکھ بھی چکے ہو ایک معمولی کمرے کے لئے کیسے ہماری حیثیت کو رد کیا گیا ہے۔"

یہ صاف طنز تھا۔ کیف چپ سا رہ گیا۔ پھر بولا۔

http://paksociety.com

"وہ بے حسی ہو سکتی ہے دشمنی ہر گز نہیں۔"

"مجھے لفظوں کے ہیر پھیر میں مت الجھایا کرو کیف! تمہیں پتا ہے میں سادہ سی انسان ہوں۔۔۔ گھماؤ پھراؤ والی باتیں مجھے سمجھ نہیں آتیں۔"

یہ ایسی عاجزی کا اظہار تھا کہ کیف اپنا بے ساختہ قہقہہ روک ہی نہیں سکا۔

خوش نصیب کی پیشانی پر بل پڑ گئے اس نے کھا جانے والی نظروں کیف کو گھورا اور انگلی اٹھا کر بولی۔

"نکلو یہاں سے۔"

"جارہا ہوں۔۔ جارہا ہوں۔" وہ ہنس ہنس کر آنکھوں میں آیا پانی پونچھتے ہوئے بولا۔

"کہنے صرف یہ آیا تھا کہ اب جارہا ہوں تو جلدی واپس نہیں آؤنگا۔۔۔ زیادہ یاد نہ کرنا مجھے۔" آنکھوں میں شرارت اور لبوں ہر دل جلانے والی مسکراہٹ سجا کر بولا۔

خوش نصیب کھول اٹھی۔

"ایسے بھی برے دن نہیں آئے میرے۔۔ کہ تمہیں یاد کروں۔"

"ظاہر ہے۔۔۔ جس کا خیال ہر وقت دل و دماغ میں رہتا ہو اس کو یاد کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔۔۔ ہاہاہاہا۔۔۔" اس نے قہقہہ لگایا۔

"اچھا سنو۔۔۔" پھر جاتے جاتے پلٹا۔ لیکن بات کرتے کرتے مخمصے میں پڑ گیا کہ کہے یا نہیں۔

"خوش نصیب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔" اب بول بھی چکو۔۔۔

"وہ جو۔۔۔ فضیلہ چچی کا مہمان ہے۔۔۔"

"ارے ہاں۔۔۔ تم نے دیکھا کیف!" اسے ایک دم سے یاد آیا۔ "یہ تو وہی ہے۔۔۔ مخمل کی گاڑی والا۔۔۔ جسے راستہ بتایا تھا۔"

"یاد ہے مجھے۔۔" ناک چڑھا کر بولا۔ "یار! بات یہ ہے کہ۔۔۔" وہ جو سوچ رہا تھا کہہ نہیں پا رہا تھا۔

http://paksociety.com

"کیا پہیلیاں ڈال رہے ہو۔۔۔اب بول بھی دو۔"

"نہیں کچھ نہیں۔۔۔"اس نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ خاموش رہنا ہی مناسب رہے گا۔"تم اپنا خیال رکھنا۔۔۔چلتا ہوں۔"کہتا باہر نکل گیا۔

"لو اور سنو۔۔۔اپنا خیال رکھنا تو ایسے کہہ کر گیا ہے جیسے میں مٹی کھاتی ہوئی پکڑی گئی ہوں۔۔۔یہ کیف بھی ناں۔چوّل ہی ہے۔"

وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

جس وقت فریحہ فضل منزل میں داخل ہوئی۔صیام خوب بن ٹھن کر شامیر کی گاڑی کے پاس کھڑی مختلف پوز بنا بنا کر تصویریں کھنچوا رہی تھی۔ کبھی بونٹ پر ہاتھ رکھتی کبھی دروازے سے ٹیک لگا لیتی۔ کبھی گاڑی کی چھت پر ایک ہاتھ ٹکا کر دوسرا ہاتھ ہونٹوں پر رکھتی اور آسمان کی طرف ایسے آنکھیں پھیلا کر دیکھتی جیسے کوئی اڑن طشتری نظر آگئی ہو۔اور تو اور ایک دو بار اس نے ہوا کو بوسہ دینے والا منہ بھی بنایا۔اور اللہ جھوٹ نہ بلوائے ایسا کرتے ہوئے اس کا چہرہ آم کی سوکھی گٹھلی جیسا دکھائی دینے لگا تھا۔

سونے پر سہاگہ تصویریں کھنچنے کے لئے جس ماہر فوٹو گرافر کی خدمات حاصل کی گئی تھیں انہیں باقی سارا گھر پیار سے اور خوش نصیب غصے سے طوطا بھائی کہتی تھی۔فریحہ کے دیکھتے ہی دیکھتے طوطے بھائی نے صیام کو تصویر کھنچوانے کے ایسے ایسے اسٹائل بنا کر دکھائے کہ بیچاری فریحہ پریشان ہی ہو گئی۔

وہ تو شکر ہے اسی وقت خوش نصیب آگئی اور چونکہ اس کے لئے صیام اور طوطے بھائی کی یہ ایکٹوٹی کوئی نئی بات نہیں تھی سو ذرا بھی اہمیت نہ دی الٹا فریحہ کی پریشان شکل دیکھ کر حیران ہوئی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

فریحہ جو اب تک طوطے بھائی اور صیام کو دیکھ کر اب پریشانی اور حیرانی سے فوت ہونے کے قریب پہنچ چکی تھی۔بڑی مشکل سے خوش نصیب کو ایک نظر دیکھ کو بولی۔

http://paksociety.com

"مجھے چھوڑو۔۔۔انہیں دیکھو۔۔۔انہیں کیا ہوا ہے۔" آواز دبا کر اس نے طوطے بھائی کی طرف اشارہ کیا جواب صیام کو ایک نیا اسٹائل سمجھا رہے تھے۔ ذرا سا ترچھا کھڑا ہو کر دونوں بازو دور تک پھیلا لئے تھے اور ایک پاؤں کو ذرا سا اوپر اٹھا لیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا بھی کے ابھی مغرب کی طرف اڑان بھر لیں گے۔ لیکن چہرے کے تاثرات تکلیف سے بھرپور تھے۔ کوئی بہت ہی عجیب و غریب کنٹراسٹ بن گیا تھا۔

"انہیں کیا ہوا ہے؟۔۔۔اچھے بھلے تو ہیں۔" خوش نصیب طوطے بھائی کو دیکھ کر لاپروائی سے بولی۔

"تم مانو نہ مانو۔۔۔انہیں مرگی کا دورہ پڑنے والا ہے۔۔ جلدی کسی کو بلاؤ انہیں ہاسپٹل لیکر جائے۔" وہ گھبرائی ہوئی تھی۔

"تم فکر نہ کرو۔۔ان کی شکل بائے ڈیفالٹ ایسی ہے۔" اس نے اتنے آرام سے کہا تھا کہ فریحہ کو ہنسی آگئی۔"

"میں سمجھتی تھی اس گھر میں صرف تم نمونہ ہو۔۔۔لیکن ان دونوں نے تو تمہیں بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔"

"جی ہاں۔۔۔نمونوں میں ہمارا خاندان خود کفیل ہے۔۔" بڑے فخر سے بولی۔

فریحہ اس کی بات پر ہنسی اسی وقت اندر سے شامیر نکلا۔ اسے دیکھتے ہی خوش نصیب نے سنجیدہ سی (بقول فریحہ پکی شکل) سی شکل بنا لی۔ لیکن شامیر نے اپنی ملین ڈالر سمائل بے دریغ سب پر لٹائی اور صیام کے پاس جا کر اس کا سمارٹ فون ہاتھ میں لیکر ایک بہترین سی سیلفی کھینچنے لگا۔

خوش نصیب کو نجانے کیوں بہت ہی برا لگا۔ اس نے فریحہ کا ہاتھ پکڑا اور فضل منزل سے باہر نکل آئی۔

"کیوں ایسے کھینچ رہی ہو مجھے؟۔۔۔" اس کے ساتھ کھنچتی ہوئی فریحہ جھنجھلا کر بولی۔

"اللہ کی مہربانی سے اگر تمہارے گھر میں کوئی اچھی شکل و صورت کا نوجوان نظر آ ہی گیا ہے تو مجھے جی بھر کے دیکھ تو لینے دو۔۔۔ویسے بھی اماں کو میری شادی کی بڑی فکر ہے۔۔ کہہ رہی تھیں کوئی اچھا لڑکا مل جائے ثمرین کے ساتھ ہی مجھے بھی رخصت کر دیں گی۔" بڑا لجا کر بتا رہی تھی۔

"ثمرین کے ساتھ ہی کیوں؟۔۔۔اس کے نخریلے سسرال والوں کے لئے کوئی بچت پیکج نکالا ہے کیا تمہاری اماں نے۔۔۔کہ ایک بیٹی لیں گے تو دوسری ساتھ میں مفت ملے گی؟"

فریحہ نے بدمزہ ہو کر اسے ایک زوردار دھپ رسید کی تھی۔ لیکن وہ خوش نصیب تھی ایک آدھ ہاتھ نے اس کا کیا بگاڑ لینا تھا۔

کندھا سہلاتے ہوئے بولی۔

"اور شامیر کی طرف تو دیکھنا بھی مت۔۔۔ خیر سے ہمارے اپنے گھر میں ہی اتنی لڑکیاں ہیں کہ پرچیاں ڈالی جا سکتی ہیں۔۔" وہ خوش نصیب تھی اس نے ثابت کیا۔

"تم نے کیف کی مرتبہ بھی یہی کہا تھا۔" فریحہ بدمزہ ہو کر یاد دلایا۔

"ہاں تو کیوں نہ کہتی؟۔۔۔ سب کہتے ہیں ہیرا ہے وہ ہمارے خاندان کا۔" جلدی سے بولی۔ "، مجھے یقین ہے جب کیف کی شادی کی باری آئے گی تو صباحت تائی جان سچ مچ پرچیاں ڈالیں گی لڑکیوں کے ناموں کی۔۔۔ ظاہر ہے بھئی۔ اپنے جگر کے ٹوٹے کے لئے وہ کوئی عام لڑکی تو لائیں گی نہیں۔" لاپروائی سے بول رہی تھی۔

"فریحہ! تم ایسا کرو۔۔۔" ایک دم کوئی خیال آیا تو جوش سے بولی۔ "تم ایسا کرو۔۔ تم طوطا بھائی لے لو۔۔۔ ان سے شادی کرنے پر کوئی لڑکی تیار نہیں ہوتی۔۔۔ تم راضی ہو جاؤ۔ اللہ ثواب بھی دے گا۔"

"یہ ثواب تم کیوں نہیں کما لیتی۔" اس کی جان جل کر خاک ہو گئی تھی۔

"میں تو راضی ہو بھی جاؤں۔۔۔ طوطے بھائی کو کون راضی کرے گا۔۔ وہ تو میری شکل دیکھتے ہی سہم جاتے ہیں۔" خوب ٹھٹھا لگا کر ہنسی تھی کیونکہ اپنی کارکردگی سے اچھی طرح واقف تھی۔

"فریحہ مسکرانے لگی پھر بولی۔ "اچھا چھوڑو ساری باتیں۔۔۔ یہ لڑکا کون تھا؟

"فضیلہ چچی کا کوئی دور پار کا رشتہ دار ہے۔۔۔" وہ گلی میں چلتے ہوئے بات کر رہی تھیں۔ اندرون شہر کی چھوٹی چھوٹی لیکن صاف ستھری گلیاں۔

"آسٹریلیا سے آیا ہے۔ سکھ چین میں اپنا گھر بنوا رہا ہے۔۔ گھر بن جائے گا تو اپنی فیملی کو بھی یہیں بلوا لے گا۔۔ اور جب تک گھر بن نہیں جاتا یہیں رہے گا۔" ادھر ادھر سے جتنی معلومات اکھٹی ہو سکی تھیں۔ وہ بتاتی چلی گئی۔

"شادی شدہ ہے؟" فریحہ نے اشتیاق سے پوچھا۔ خوش نصیب نے اسے گھور کر دیکھا۔

http://paksociety.com

''تمہیں کیا فکر ہے؟''

''بتادو گی تو کونسی قیامت آجائے گی۔''فریحہ چڑ کر بولی۔''مجھے تو لگتا ہے خوش نصیب تمہاری خود اپنی نظر ہے۔''

''بکو مت۔۔۔کسی نے سن لیا تو میری اور بھی شامت آجائے گی۔۔۔اور سب سے پہلے تو فضیلہ چچی میری آنکھیں ہی باہر نکالیں گی۔''

''تم عجیب ہو خوش نصیب! کبھی ذرا ذرا سی بات کی فکر میں ہلکان ہوئی پھرتی ہو۔۔۔اور کبھی بڑی سے بڑی بات کو بھی اہمیت نہیں دیتی۔''

''اور اسکے بعد جو روشن امی مجھے سزا دیتی ہیں۔''چڑ کر بولی۔

''کل بھی مجھے چھت پر سونا پڑا۔''بڑا دکھی منہ بنا کر کہا۔

''نہ کر۔۔۔''فریحہ کو بڑی گدگدی ہوئی۔''کیا واقعی؟

''اور نہیں تو کیا۔۔۔''جل کر بولی اور ساری داستان فریحہ کے گوش گزار کر دی۔

فریحہ ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی۔

''خود کو بڑا پھنے خان سمجھتی ہو۔۔لیکن بستی (بے عزتی) تمہاری ہر بار ٹکا کر ہوتی ہے۔''

''فریحہ کی بچی! آستین کا سانپ۔۔۔کیسے مزے آرہے ہیں تمہیں۔۔دانت اندر کرو ورنہ یاد رکھنا اگلی بار تمہیں تمہاری اماں کے عتاب سے ہرگز نہیں بچاؤنگی۔''

''اچھا۔۔۔اچھا۔۔میں نہیں ہنستی۔۔۔۔ناراض کیوں ہوتی ہو۔''اس نے بمشکل ہنسی قابو کی اسی وقت اسے ایک پتے کی بات یاد آئی تو جوش سے بولی۔

''ارے۔۔۔تو یہ ہے وہ شامیر۔۔۔جس کے نظر آنے پر تم نے بابا جی کے پاس حاضری دینے جانا تھا؟''

''ہاں۔۔۔یہی ہے وہ شامیر۔''

http://paksociety.com

"لیکن یہ انگلش فلموں کا ہیرو تو نہیں لگتا۔" پر سوچ انداز۔

"اچھا تو پھر؟"

"یہ تو حمزہ علی عباسی لگتا ہے۔" اس نے مشہور زمانہ ٹی وی آرٹسٹ کا نام لیا تھا۔

"جانے دو۔۔۔" خوش نصیب نے ناک سے مکھی اڑائی۔ "وہ تو تمہیں اس سے محبت بہت ہے اسی لئے ہر طرف وہ اداکار ہی نظر آتا ہے۔"

"ہائے۔۔۔۔ حمزہ۔۔۔ میری پہلی محبت۔" اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر ایک لمبی "ہائے" کی تھی۔

"ویسے اس کا مطلب میرا اندازہ بالکل صحیح تھا۔"

"کونسا اندازہ؟"

"یہی کہ تمہاری اپنی نظر ہے شامیر پر۔"

"کیا بکتی ہو۔" جھلا کر بولی۔ "اتنی چھوٹی چھوٹی تو گلیاں ہیں یہاں کی۔ ایسے ہی بس راہ چلتے ملاقات ہو گئی تھی۔۔۔"

"اور راہ چلتے ان ملاقاتوں میں معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اسے بار بار دیکھنے کی خواہش کرنا شروع کر دی تم نے۔" فریحہ آنکھیں نچا کر بولی تھی۔"

"توبہ ہے فریحہ!۔۔ تمہیں کوئی بات سمجھانے سے بہتر ہے بندہ دیوار سے سر مار لے۔۔۔۔ اس سے زیادہ آسانی سے تو طوطے بھائی کو بات سمجھ آجاتی ہے۔۔۔۔ او بھئی کوئی خاص بات نہیں تھی۔۔ بس ویسے ہی کہہ دیا تھا میں نے۔"

"ہوں۔۔۔ لیکن اب جو بھی ہے بابا جی کی بات تو ماننا ہی پڑے گی۔۔۔۔" اس نے جانچتی نظروں سے خوش نصیب کو دیکھا۔ "چلو پھر دربار پہ حاضری دے آتے ہیں۔"

"حاضری کس خوشی میں؟"

"یاد نہیں بابا جی نے تمہیں بلوایا تھا اور تم نے کہا تھا شامیر نظر آگیا تو ضرور جاؤ گی۔"

"ایسے ہی مذاق میں کہہ دیا ہو گا۔۔"

"خوش نصیب! پاگل پن مت کرو۔۔ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آ رہی۔ یہ جو لڑکا ہے شامیر۔ یہ ایسے اچانک سے تمہارے گھر رہنے کیوں آ گیا ہے؟۔۔۔ یہ آیا نہیں ہے اسے دراصل بھیجا گیا ہے۔"

"کیا مطلب!" وہ حیران ہوئی۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناں۔۔۔ اگر خود بابا جی سے ملنے نہیں جاؤ گی تو وہ تمہیں اپنے طریقے سے بلوا لیں گے۔۔۔ دیکھ لو بلوانے کا انتظام تو کر ہی لیا ہے انہوں۔ ورنہ یہ وہی شامیر ہے جو اب تک انہی گلیوں میں بھٹکتا پھرتا تھا۔۔۔ اور کبھی اس نے تمہارے گھر کی طرف نظریں اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔" جھلی فریحہ قابل غور نقطہ بیان کرتی چلی گئی۔

اور خوش نصیب۔۔۔ وہ بالکل چپ چاپ ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

http://paksociety.com